شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللّٰہُ سِرَّہُ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

جون 2013ء / رجب، شعبان 1434ھ – جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 6 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- دینی مسائل

اداریہ
الیکشن 2013! ؛ سلطانیٔ جمہور....؟

تعزیتی تأثرات
حضرت رائے پوری رابعؒ کے وصال پر تعزیتی مکتوبات وتأثرات

لاہور میں روحانی تربیتی اجتماع رمضان المبارک 1434ھ/2013ء

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''اگر دعا کا فائدہ معلوم کرنا چاہو تو یوں سمجھو کہ انسان کو خدا تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور دعا ''مُخّ العبادہ'' (عبادت کا مغز) ہے، یعنی اظہارِ عجز مقصود ہے۔ مولیٰ اسے قبول کرے یا نہ کرے، اس کی مرضی ہے۔

چناں چہ ایک پیر اور ان کے مریدِ مخلص کو الہام ہوا کہ خواہ کتنی ہی عبادت کرو، قبول نہیں۔ مرید نے (اپنے پیر سے) دریافت کیا کہ حضرت! جب قبول نہیں تو اس عبادت سے کیا فائدہ؟ تو پیر صاحب نے جواب دیا کہ: ''عبادت کرنا میرا فرض ہے، قبولیت میرے اختیار میں نہیں۔ اَور (دوسرا) کوئی ایسا نہیں، جس کی عبادت کی جائے اور اس کے دروازے پر اظہارِ عجز وعبودیت کیا جائے۔'' اس پر حکم ہوا کہ تمہاری عبادت گزاری تمہارا کمال نہیں، اس لیے قبول کرتا ہوں کہ تیرے نزدیک میرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس پر قبول نہ فرمائیں تو کیا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ پر ہماری مانگ پوری کرنا واجب تو نہیں۔ وہ چاہے قبول کرے اور چاہے نہ کرے۔

مجلس 30/ذی الحج 1365ھ/ 25/نومبر 1946ء، بروز سوموار۔ رائپور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:118۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، بینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ (2:12)

(ہم نے (تم عربوں کی خاطر) قرآن عربی زبان میں اُتارا ہے، تا کہ تم اسے پڑھو اور اس سے عقل سیکھو۔)

ظاہر ہے کہ سمجھے بغیر عقل کس طرح سیکھی جا سکتی ہے؟ پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (43:4)

(مدہوشی کی حالت میں نماز مت پڑھو، بلکہ اس وقت پڑھو جب تم اپنے منہ سے نکلنے والے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کے قابل ہو جاؤ۔)

سمجھ کر پڑھنے کی اتنی تاکیدوں کے باوجود مسلمان صرف بے سمجھے پڑھنے کو کافی سمجھنے لگ گیا ہے۔ معلوم نہیں کس زمانے میں مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ قرآن کا مطلب سمجھے بغیر صرف شین قاف درست کر کے پڑھنے کا نام ''ترتیل'' ہے اور صرف یہی کافی ہے۔ چناں چہ آج کروڑوں مسلمان اس پر جمے بیٹھے ہیں۔ خصوصاً لڑکیوں کی تعلیم تو اسی پر ختم ہو جاتی ہے کہ انھیں ناظرہ پڑھا دیا جائے۔ باوجود یہ کہ ہر ایک مسلمان کو قرآن حکیم سے اتنی محبت ہے کہ وہ اس پر اپنی جان تک دینے کو تیار ہے، مگر ہمارے غفلت مآب استادوں نے ہماری ذہنیت کو تباہ کر دیا ہے۔ آج کلامِ الٰہی کو بے سمجھے پڑھنے کا مادہ جتنا مسلمانوں میں ہے، کسی میں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ اس استعداد والی قوم یوں برباد ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں سے انقلابی روح فنا ہو رہی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی انقلابی تحریک اس وقت تک کامیاب ہو ہی نہیں سکتی جب تک اس کے ارکان اس تحریک کے اصولوں سے بخوبی واقف ہو کر انھیں اپنا نہ لیں اور پھر اپنا سب کچھ ان پر قربان نہ کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۝ (5:73)

(ہم تجھ پر ایک وزنی بات ڈالنے والے ہیں۔)

قرآن حکیم کی تعلیم دے کر انقلاب کے لیے تیار کرنا قولِ ثقیل —— وزنی بات —— ہے۔

جس زمانے میں قرآن حکیم نازل ہوا، قیصر روم اور کسریٰ ایران متمدن دنیا کے بیش تر حصوں پر قابض تھے۔ دنیا کی تاریخیں ان دونوں سلطنتوں کی عیاشیوں اور ظلموں سے بھری پڑی ہیں۔ یہ سلاطین اور ان کے امرا خود تو دادِ عیش دیتے تھے، مگر انھوں نے اپنے ماتحت عوام میں فسادِ عظیم برپا کر رکھا تھا۔ ٹیکسوں کی وہ بھرمار تھی کہ عوام میں سے کوئی شخص کھانے پینے اور ٹیکس ادا کرنے کے واسطے کمانے کے سوا اور کسی بات پر غور کرنے کے لیے ایک گھنٹہ بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ قرآن حکیم ان دونوں بڑی شہنشاہیتوں (Imperial Powers) کے خلاف انقلاب برپا کرنا چاہتا تھا۔ یہ آسان چیز نہ تھی۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

علم و شعور حاصل کرنے کے صحیح مقاصد

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: "من تعلّم علمًا مـمّا یبتغی به وجه اللّٰه لا یتعلّمه إلا لیصیب به غرضًا من الدّنیا، لم یجد عرف الجنّة یوم القیامة یعنی ریحها."

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایسا علم سیکھے، جس سے اللہ کی رَضا مندی حاصل ہو سکتی ہے، لیکن اس کی غرض صرف یہ ہو کہ وہ اس کے ذریعے دنیا کا مال اور دنیا کی عزت حاصل کرے، وہ شخص قیامت کے دن جنت کی ہوا بھی نہیں پائے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، الفصل الثانی)

اس حدیث میں ہمیں ایک بہت مفید اور گہری بات بتائی گئی ہے۔ جس سے اوّل تو اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ اور دوسرے حصولِ علم کی اصل غرض واضح ہو جاتی ہے۔ واقعی اَخلاق کی درستی اور زندگی کی اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ دنیا کے عارضی فائدوں کی طلب دل سے نکال دی جائے۔ اور جو کام کیا جائے، وہ فقط اس لیے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس علم کے سیکھنے سے اللہ کی رضا مندی حاصل کی جا سکتی ہے، اس کو فقط دنیا کے عارضی فوائد کے لیے حاصل کرنا، انسان کو مرنے کے بعد جنت سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو جنت کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی۔ جو شخص علم اللہ کے راضی کرنے کے لیے نہیں، بلکہ دنیا کی عزت یا شہرت اور مال حاصل کرنے کے لیے سیکھتا ہو اور اس سے زیادہ بلند اس کی نظر جا ہی نہ سکتی ہو۔

اگر غور کیا جائے تو واقعی دنیا کے سارے جھگڑے اور فساد اسی سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہر شخص اسی لیے پڑھتا لکھتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت، عزت اور حکومت مَیں ہی سمیٹ لوں اور کچھ دوں تو انھی کو دوں، جو میرے مقصد کے حاصل ہونے میں میری مدد کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی فقط اپنی خواہشوں کا غلام بننا چاہتا ہے اور آزادی اور حریت کے معنی غلط سمجھتا ہے۔

اس حدیث سے ہر ایک کو یہ سبق سیکھنا چاہیے کہ اصل آزادی اس سے حاصل ہوتی ہے کہ آدمی خود غرضی کو چھوڑ دے اور علم و شعور اس لیے سیکھے کہ اللہ کی رضا حاصل کروں گا۔ اس کے سوا اور کوئی طریقہ خواہشوں کے پھندے سے نکلنے کا نہیں۔ اللہ کی رضا مندی اس سے حاصل ہوتی ہے کہ انسان جہاں تک ہو سکے، اپنے آپ کو مخلوقِ خدا کی خدمت کے قابل بنائے اور اپنے علم کے ذریعے تمام انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ ہر وہ علم و شعور جو انسان کو نفع پہنچانے والا ہے، اس کو صرف اس نیت سے سیکھنا چاہیے کہ اللہ کی مخلوق کو اس سے فائدہ پہنچاؤں گا۔ اور ان کی حالت درست کرنے میں اس کے ذریعے سے کوشش کروں گا۔ ایسی نیت رکھنے سے اللہ اس سے راضی ہوگا اور مرنے کے بعد اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض اپنی اور اپنے مددگاروں کی بھلائی چاہنا اور جو کچھ سیکھنا، اسی غرض سے سیکھنا انسان کے لیے زہر قاتل ہے۔ خود غرضی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب خیال چھوڑ کر فقط اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے علم سیکھے۔ اور دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا مندی تمام مخلوق کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علم فقط اس نیت سے سیکھے کہ تمام مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ جس کی نیت اس کے سوا کچھ اور ہو، وہ دنیا میں بھی چین سے نہیں رہ سکتا۔ اور آخرت میں جنت کی ہوا بھی نہ کھا سکے گا۔

اداریہ

الیکشن 2013 ! ؛ سلطانیٔ جمہور ...؟

11 رمئی 2013ء کو پاکستان میں دسویں الیکشن اپنے انجام کو پہنچ چکے۔ لو! پھر نتیجہ وہی ''ڈھاک کے تین پات'' کی صورت میں نکلا۔ نہ جانے ہمارے دانش وراس الیکشن کو فیصلہ کن، تبدیلی کا باعث، نئے پاکستاں کا جنم اور پاکستان کی تاریخ بدلنے والا کیوں قرار دیتے رہے ہیں! اس الیکشن میں کچھ بھی تو مختلف نہیں ہوا۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہوا کہ جاگیروں، برادری اِزم، سرمائے، فرقہ واریت اور گروہیت کے ساتھ ساتھ اب الیکشن کے نتائج پر الیکٹرانک میڈیا بھی خوب اثر انداز ہونے لگا ہے۔

میڈیا اور اس سے وابستہ اینکر پرسنز نے ملینز کمائے۔ یہ الیکشن انتخابی حلقوں سے زیادہ میڈیا کی سکرینوں پر سرمائے کے زور پر لڑے گئے۔ گویا میڈیا اور ارب پتی امیدوار کی شکل میں سرمائے کے اتحاد نے غریب عوام کے مینڈیٹ پر شب خون مارا ہے۔ اس الیکشن کا نتیجہ گزشتہ الیکشنوں سے بالکل بھی مختلف نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں جاری انتخابی عمل بھی ہمیں باقی نظام کی طرح برطانوی نظام سے ورثے میں ملا ہے، جس میں 1970ء سے پہلے تک انگریزوں کے خطاب یافتہ جاگیرداروں اور ڈگری ہولڈرز اور ان کی اولادوں کے سوا عام آدمی کو براہِ راست ووٹ دے کر اپنے حکمران منتخب کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ 1970ء کے الیکشن میں جاگیرداروں کے ساتھ ساتھ عوام کو بھی اس میں شامل کیا گیا، مگر ان کی شرکت ایسے ہی تھی جیسے کھانے کا ذائقہ بڑھانے کے لیے اس میں نمک شامل کیا جاتا ہے۔ پاکستان کا انتخابی عمل ہاریوں، کسانوں کے جھونپڑوں، مزدوروں، ریڑھی بانوں کی کچی بستیوں کو اپنی سیاست کا مرکز ومحور کبھی نہیں بنا سکا ہے۔ گزشتہ 66 سالوں سے مخصوص خاندانوں کے سردار، نواب، خان اور وڈیرے جیتتے رہے ہیں۔ البتہ ہر بار عوام نئی تمناؤں اور آرزؤوں کے خواب پلکوں پہ سجائے اچھے دنوں کی امید پر حکمرانوں کے دروازوں پر جا بیٹھتے رہے ہیں۔ جب کہ جیتنے کے بعد امیدواروں کے گھروں کی اونچی دیواروں نے ان کا راستہ روکے رکھا، مگر اس قوم کی بدقسمتی یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے آقا بدلتے رہے، لیکن غلاموں کی قسمت آج تک نہیں بدلی۔

اس الیکشن سے پہلے سب کچھ بدلنے والے کہاں ہیں! یہاں تو چہرے ہی نہیں بدلے، نظام کیا بدلے گا۔ الیکشن کمیشن کا باسٹھ تریسٹھ بھی فلٹریشن نہ کر سکا۔ الیکشن کمیشن کے تمام تر بلند بانگ دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے اور وہی ٹیکس چور، لینڈ مافیا اور قرضے معاف کروانے والے اسمبلیوں میں جا بیٹھے اور الیکشن کمیشن نے اس سارے دھندے پر قوم کے چھ ارب روپے صَرف کر ڈالے۔

پاکستانی سوسائٹی پر جاگیرداری، سرمایہ داری اور برادری اِزم کی گہری چھاپ ہے اور اس کے محافظ نظام ہی کی حکمرانی ہے۔ پاکستان میں دس الیکشن ہو جانے کے باوجود یہاں کچھ بھی نہیں بدلا۔ ان انتخابات کے نتیجے میں سلطانی جمہور (عوام کا اقتدار) کہیں دور دور بھی نظر نہیں آتا اور اس عمل کے نتیجے میں بار بار مخصوص خاندانوں کے چشم و چراغ ایوانِ حکومت اور اپوزیشن بنچوں پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ پاکستانی اقتدار کی اگر ہیئت کذائی کا بغور جائزہ لیا جائے تو ریاست کے انتظامی ڈھانچے، فوج، عدلیہ اور سیاست پر انھی کا قبضہ ہے۔ پولیس اور انتظامیہ پر انھی کا حکم چلتا ہے۔ صنعت وحرفت انھی کی جاگیر ہے۔ سٹاک ایکسچینج کی لگامیں انھی کے ہاتھ میں ہیں۔ ملک کی خارجہ وداخلہ پالیسی یہی اپنے بین الاقوامی اتحادیوں کی مرضی سے تشکیل دیتے ہیں۔ اس حقیقت کے باوجود ہماری صحافت کے لال بجھکڑ قوم کو سبز باغ دکھا رہے ہیں اور میڈیا کے ذریعے مسلسل الیکشن کو بہت بڑی تبدیلی اور چینج سے تعبیر کر رہے ہیں۔

ہمارے یہ طبقے سابق فوجی حکمران کی بے دخلی کے بعد بھی اسی طرح نوید سنا رہے تھے کہ گویا اب آسمان سے ہن برسنے لگے گا۔ ایسے ہی ہم گزشتہ انتخابات پر اسی طرح کی خوش فہمیوں کے شکار تھے، مگر یہ بخار بہت جلد اتر گیا تھا۔ پاکستان کے گزشتہ بیش تر انتخابات کے متعلق یہ مشہور رہا ہے کہ ان کے رزلٹ پاکستان میں موجود طاقت کے مرکز اور ایک سامراجی ملک کے سفارت خانے میں بیٹھ کر تیار کیے جاتے رہے ہیں۔

بس ہمیں اس الیکشن میں اس سے زیادہ پُر امید نہیں ہونا چاہیے کہ ہمیں اسی طرح کی ہی جمہوریت ملے گی، جس طرح کی سرمایہ دارانہ نظام میں جمہوریت ہوتی ہے۔ سرمایہ داری نظام کی چھتری تلے انتخابات کا مطلب اس کے سوا کیا ہوگا کہ عوام اپنا بچا ہوا خون چوسنے کے لیے اگلے پانچ سال کے لیے نئی اور تازہ دم جونکوں کا انتخاب کر لیں۔ اس جمہوریت میں غلاموں کو آقا بدلنے کا اختیار تو ہوتا ہے، اپنی قسمت بدلنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ پانچ سال کی لوٹ مار، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، جبر اور استحصال کے نظام کے خلاف عوام میں جو غیض وغضب پیدا ہوتا ہے، اس سے پہلے کہ وہ فکر وشعور کے مراحل سے گزر کر پختہ نظریے کی شکل اختیار کر لے، پانچ سال سے پہلے یا پانچ سال پورے کر کے نام نہاد الیکشن کروا کر ''پریشر ککر'' سے ہوا نکال دی جاتی ہے اور عوام کا غیض وغضب امیدواروں کی گروہ بندیوں کی راہ کا غبار بن کر ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ایسے الیکشن سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور عالمی سامراجی طاقتوں کو بھاتے ہیں، کیوں کہ ان کے تسلسل سے کسی پائیدار تبدیلی کا امکان نہیں۔

اس مقام پر اس بات کا اظہار بھی بے محل نہ ہوگا کہ الیکشن کے اس بے معنیٰ عمل کے مدمقابل بعض قوتوں کی طرف سے انقلاب کے مفہوم کو اُلجھانے کی کوشش کی جاتی ہے، تاکہ وقت آنے پر اسے بھی اس الیکشن کی طرح بے روح کر دیا جائے اور کسی وقتی اور جزوی تبدیلی کو انقلاب کا ماڈل قرار دے کر قوم کو اپنی منزل سے دور کر دیا جائے۔ بقول امام عبید اللہ سندھیؒ ''انقلاب کے لیے بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔ انقلابی جماعت کو پہلے اپنے فکر کی تہذیب اور اس کا استحکام کرنا پڑتا ہے، تاکہ انقلابی فکر ان کے ذہن میں راسخ ہو جائے اور انقلابی عمل کے لیے ان کی تربیت بھی مکمل ہو۔ رسولِ اکرم ﷺ نے پورے تیرہ برس تک مکہ میں اس فکر کی تبلیغ کی اور جو اس فکر کو دل وجان سے مان گئے تھے، ان کی جماعت بندی کی اور پھر اس جماعت کی تنظیم وتربیت میں شب وروز منہمک رہے۔''

اس موقع پر ولی اللّٰہی فکر کے حامل نوجوانوں کی قومی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے جذباتی موقعوں پر جب کہ نظام کی تبدیلی سے توجہ ہٹا کر وقتی اور سطحی ایجنٹوں پر نوجوانوں کی وفاداریاں حاصل کرنے اور خریدنے کے لیے میدان میں بہت سی جماعتیں موجود ہیں، وہ پورے عزم اور حوصلے سے اس معاشرے کی مکمل تبدیلی کے نظریے پر نہ صرف ڈٹے رہیں، بلکہ گمراہ کن پروپیگنڈے کے خلاف شعوری جدوجہد اور دعوت کے عمل کو تیز تر کر دیں۔

مدیر

rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع رحمۃ اللہ علیہ ومسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(مشائخ رائے پور اپنے اندازِ تربیت میں ایک منفرد حیثیت کے حامل ہیں، وہ ہمیشہ خلقِ خدا کی دینی اور اخلاقی تربیت میں انتہائی توجہ فرماتے رہے ہیں۔ اُن کے ہاں جہاں قلوب کی تطہیر اور صفائی کے لیے مجالس ہائے ذکر کا اہتمام رہتا ہے، وہاں ذہنوں کی آبیاری کے لیے علمی وفکری نشستوں اور اجتماعات کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے پانچویں مسند نشین حضرت اقدس شاہ عبدالخالق رائے پوری مدظلہ کے بیانات، خطبات اور افادات کا خلاصہ اور رپورٹ پیش کیا کریں گے۔ اس بار ہم ان کے بالترتیب تین خطبات کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں۔ یاد رہے یہ خطبات انھوں نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کے مین کیمپس لاہور میں جمعہ کے اجتماعات سے ارشاد فرمائے ہیں۔ مدیر)

حضرت اقدس مفتی شاہ عبدالخالق آزاد مدظلہٗ نے 03 مئی 2013 کو ادارہ رحیمیہ کے مین کیمپس لاہور میں نمازِ جمعہ کے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد سورۃ نور کی آیتِ مبارکہ وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (31:24) کو بنیاد بناتے ہوئے اپنی گفتگو میں فرمایا:

قرآن حکیم نے اس سورتِ مبارکہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ واقعہ بیان کیا ہے، جس پر تقریباً دو رکوع نازل ہوئے، جب مدینے کی اکثر آبادی ''اِفکِ مبین'' (ایک جھوٹے طوفان) کی لپیٹ میں آگئی تھی۔ منافقین کے برپا کیے ہوئے پروپیگنڈے کے اثرات پورے مدینے کی آبادی پر اثر انداز ہونے لگے۔ گویا کہ ایک پاک دامن خاتون پر لگنے والے ایک جھوٹے الزام میں مدینے کی مجموعی آبادی خاموش تھی یا اس جھوٹے الزام کا ساتھ دے رہی تھی۔ اس پر کہا گیا کہ: ''اے مسلمانو! تم تمام مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

آج ہماری سوسائٹی کے اندر جھوٹ کا طوفان ہے، پراپیگنڈہ ہے، کیا آج جو کچھ جھوٹ بولا جا رہا ہے، وہ ''افکِ مبین'' کے زمرے میں شامل نہیں ہے؟ آپ دیکھیے کہ پوری سوسائٹی اگر طوفانِ بدتمیزی میں مبتلا ہو تو کیا اس جماعت کے لیے قرآن کا یہ حکم نہیں ہے کہ ''وَتُوبُوٓا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ'' اے ایمان کا دعویٰ کرنے والے لوگو! تم اپنے انفرادی اور اجتماعی اعمال سے توبہ کرو۔ تمہاری توبہ کا وقت آچکا ہے۔

انھوں نے سورۃ نور کی آیت قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ (63:24) کے ذیل میں اپنی گفتگو میں کہا:

''قرآن حکیم نے کہا کہ وہ لوگ، جو خفیہ طور پر پارٹیاں چھوڑ کر اپنے رہنما کی بات نہ مان کر اِدھر اُدھر کھسک جاتے ہیں اور دوسری طرف چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ ساری عمر ایک نظریے کے پرچار کرتے رہے، ایک پارٹی کا حصہ رہے، اس کا جھنڈا اٹھائے رکھا، اور جیسے ہی مفاد پورا ہوا اور پلٹ کر دوسری جماعت اور دوسری پارٹی کے حصے دار بن گئے۔ قرآن حکیم نے اس کی سخت مخالفت اور مذمت کی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی کسی جماعت کا حصہ بنتا ہے اور اس پارٹی کے نصب العین، اس کے سیاسی پروگرام، اس کے معاشی پروگرام سے کمٹمنٹ کا اظہار کرتا ہے، اب اپنی اس پارٹی کو بدلنا، ایسا ہی ہے، جیسے ماں بدلنا۔ ماں بدلنا جیسا جرم ہے، ایسے پارٹی بدلنا جرم ہے۔ مہذب معاشروں میں پارٹیاں تبدیل نہیں کی جاتیں۔ جس نظریے پر زندگی کا ایک طویل عرصہ خرچ ہو چکا، اس پارٹی کے نظریات وافکار کے فروغ کے لیے آپ نے کام کیا، کل محض ایک ذاتی غرض اور طبقاتی اور گروہی مفادات کے لیے آپ نے پارٹی بدل کر کسی دوسری پارٹی میں چلے گئے تو گویا کہ اپنی ماں بدل لی۔ ماں بدلی نہیں جا سکتی، ماں ایک ہی ہوتی ہے، دوسری کوئی ماں نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم نے کہا: إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ (2:58) تمہاری مائیں تو وہ ہیں، جن سے تم پیدا ہوئے ہو۔ ایک آدمی کی دو مائیں نہیں ہوتیں۔ ایک آدمی کی دو پارٹیاں نہیں ہوتیں۔ دو جماعتیں نہیں ہوتیں۔ دو طرح کے تصورات وتخیلات کے مطابق انسان نہیں رہتا۔ ہر انسان کے جسم میں اللہ نے ایک دل رکھا ہے: مَّا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ (4:33) (کسی آدمی کے پیٹ میں اللہ نے دو دل نہیں رکھے) کہ ایک دل ایک پارٹی کی طرف داری کے لیے ہو اور دوسرا دل دوسری پارٹی کی طرف داری کے لیے ہو۔ نہیں! بلکہ ہر ایک انسان میں ایک ہی دل، ایک ہی دماغ، ایک ہی سوچ، ایک ہی فکر ہے۔

فکر ونظریہ آپ کو پہلے طے کرنا ہے، سوچ سمجھ کر پارٹی کا انتخاب کرنا ہے، سوسائٹی کی تشکیل کے بنیادی قاعدے اور ضابطے ماننا ہے اور پھر جب اس کو سوچ سمجھ کر عقل وشعور اور فہم وبصیرت کے ساتھ قبول کر لیا، اب اُسی جماعت کا حصہ رہ کر سوسائٹی کے لیے کردار ادا کرنا ہے، نہ یہ کہ ذاتی اور گروہی مفادات کے لیے پارٹی بدل دیں۔ اس کو قرآن حکیم نے بہت بڑا جرم، بلکہ اسی سورتِ مبارکہ میں بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ سوسائٹی کے اندر یہ ایک بہت بڑا دھوکا دہی کا عمل ہے کہ کل تک آپ ایک جماعت کے لیے کردار ادا کر رہے ہیں، لوگوں کو کہتے ہیں کہ یہ حق ہے، یہ سچ ہے، وہ جو تیس چالیس سال آپ ایک پارٹی کی طرف لوگوں کو بلا کر آپ نے جو کردار ادا کیا، وہ سارا کا سارا فنا ہو گیا؟ تو پہلے والے لوگوں کی گمراہی کا عذاب تم پر نہیں ہے؟ اور اگر دوسرا غلط ہے تو اس کی طرف سے تم نے دعوت دی ہے تو کیا اس کی گمراہی کا عذاب تم پر نہیں ہے؟

انھوں ں نے ملک میں بے نتیجہ الیکشن کے عمل پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

> اندازہ لگائیے کہ یہ ہمارے ملک کا دسواں الیکشن ہے اور اس دسویں الیکشن تک جتنے الیکشن ہوئے، جب انھوں نے کوئی نتیجہ پیدا نہیں کیا۔ ہر آنے والے الیکشن میں ایک نئی ذلت، ایک نئی رسوائی، قرضوں کا نیا بوجھ، بدامنی کے فروغ کا ایک نیا عمل انسانی سوسائٹی پر مسلط ہو گیا۔

دنیا میں قومیں جمہوریت سے اپنے مسائل کے حل کرنے کا سبق سیکھتی ہیں۔ اور یہاں سرمایہ دارانہ جمہوریت کے گندے تالاب سے مفادات کی مچھلیاں پکڑی جاتی ہیں۔ اور الیکشن کے نام پر جاگیردار، سرمایہ دار، مراعات یافتہ طبقے اور مذہبی پوپ سوسائٹی کا حصہ بن کر حکمران طبقوں میں شامل ہوتے ہیں۔ اور انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرنے کے لیے نئے دانت تیز کر کے میدان میں آجاتے ہیں۔ اس سے بڑی ذلت اور رسوائی کیا ہوگی؟ فرقہ واریت، گروہیت اور طبقاتیت کو ختم کیے بغیر جتنے مرضی الیکشن کرا لو نتیجہ صفر ہی رہے گا۔ پاکستان کے کنویں کے اندر سرمایہ داری نظام کا مردہ کتا پڑا ہوا ہو، الیکشن کے نام پر جتنے مرضی ڈول نکال لو، دس کے بجائے تیس الیکشن کرا لو، نتیجہ کچھ نہیں ہوگا۔ یہاں خوف کو فروغ دینے کے لیے باقاعدہ اسلام کے نام پر قائم جماعتیں دہشت گردی کو اسلامائز کرنے کے لیے کردار ادا کر رہی ہیں، وہاں لاکھ الیکشن کرا لو، سارے مولوی بھی الیکشن لڑنے لگ جائیں، سارے پیر بھی اس کا حصہ بن جائیں، ساری عسکری تنظیمیں بھی سیاست کے اندر آجائیں، کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ یہ سب کچھ سوسائٹی کو یرغمال بنانے، سوسائٹی کو تباہی اور بربادی سے دوچار کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ جب تک وہ سسٹم، بدامنی کا وہ نظام، جو جدید نوآبادیاتی دور کے تسلسل میں برطانوی

rahimia.org

سامراج اور بین الاقوامی طاقتوں اور طاغوتی قوتوں نے اس سوسائٹی پر مسلط کیا ہے، اس کو ختم نہ کیا جائے، اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

مؤرخہ 08 رفروری 2013ء کو انھوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ

مسلمان جماعت ایک نظریے، فکر اور سوچ کی جماعت ہے۔ وہ اپنے نظریے اور فکر کے مطابق انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتی ہے۔ مسلمان محض کوئی فرقہ یا رسمی طور پر کسی مذہب کو ماننے والے کچھ افراد کا نام نہیں ہے، بلکہ مسلمان اللہ پر اعتماد و یقین رکھنے والی وہ اولوالعزم جماعت ہوتی ہے، جو اللہ کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے عملی جدوجہد اور کوشش کرتی ہے۔ آج کا سب سے بڑا فساد یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں سے دین اسلام کے غلبے کی حکومت کا تصور ختم ہو گیا۔

ہم نماز روزے اور کلمے میں مسلمان ہیں، لیکن سیاست و حکومت، معیشت و اقتصادیات، سماجی زندگی میں یہودیوں کی نقل کرتے ہیں۔

ان کے احکامات کو مانتے ہیں، ان کے صیہونی نظام سرمایہ داری کی حمایت کرتے ہیں۔ فیصلے اپنے اس سرمایہ داری نظام کے مطابق دیتے ہیں۔ ہماری عدالتیں ہیں جو سرمایہ داری نظام کے مطابق فیصلے کرتی ہیں۔ ہمارے حکمران ہیں، جو سامراجی آمریت کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔ ہمارے سماج کا تانا بانا ہے، جو اغیار کی بتلائی ہوئی تہذیب و ثقافت کے مطابق تشکیل دیا گیا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات ان تمام شعبوں میں موجود نہیں۔ دین آج محض رسمی طور پر مسجدوں اور مدرسوں کی چار دیواری، یا اپنے گھروں اور محلوں کے اندر چند عبادات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی خاص قسم کی وضع قطع بنا کر یا چند اعمال کرنے کے بعد ہم مطمئن ہو گئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ غلبہ دین کی سوچ، اس کا عملی نظام قائم کرنے کا فکر و عمل، اس کا تصور تک ہمارے دماغوں سے نکل گیا، یہ نظریہ ہی ہمارے ذہنوں میں نہیں رہا، عمل تو بعد کی بات ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عملی زندگی اس حقیقت کی گواہ ہے کہ وہ جس نظریے پر ایمان لائے، اس کا عملی نظام بھی قائم کیا۔ اس کے لیے عملی طور پر منظّم جدوجہد اور کوشش بھی کی۔ عدل پر ایمان تھا تو عدل کا نظام بھی تھا، سچائی پر ایمان تھا تو سچائی کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش بھی کی۔ عدل و مساوات پیش نظر تھی تو اس مساوات کو عملی طور پر قائم کر کے بھی دکھایا۔ وہ تمام بنیادی اقدار، جن پر صحابہؓ کا ایمان تھا، وہ ان کا عملی نظام بھی قائم کرتے ہیں۔ اور صحابہؓ کے مقابلے پر جو منافقین یا کافر ہیں، وہ ایمان کسی اور بات پر اور عمل کچھ اور کرتے رہے۔ نظریہ کچھ اور ہے، عمل کچھ اور ہے، اسی کا نام منافقت ہے۔ اور اس منافقت کی قرآن حکیم نے اتنی مذمت کی ہے کہ قرآن حکیم میں کافروں کے خلاف اتنی آیات نہیں، جتنی منافقوں کے خلاف ہیں۔ کیوں کہ کفر کے بارے میں تو واضح طور پر معلوم ہے کہ وہ اس نظریے کا منکر ہے اور اس کے پاس اپنے اس نظریے کے کوئی دلائل نہیں، اس کے بارے کوئی سوچ اس کے پاس موجود نہیں، لیکن منافقت کہ بظاہر کلمہ گو ہیں، بظاہر سچے نظریے کے ساتھ وابستگی کا اعلان کرتے ہیں، عدل کے نظریے پر ایمان ہے، لیکن عدل کا نظام قائم کرنے کے لیے عملی جدوجہد اور کوشش نہیں کرتے، اس کا حکومتی نظام موجود نہیں۔ سچائی پر ایمان ہے، لیکن جھوٹ کو قبول کرتے ہیں۔ جھوٹ کے نظام اور نظریے کا حصہ بنتے ہیں۔ انسانیت دوستی کی سوچ رکھتے ہیں، لیکن انسانیت دشمن نظام کے آلہ کار ہیں اور اس کے لیے کردار ادا کرتے ہیں۔

1رمارچ 2013ء کو جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے ارشاد فرمایا

سچے لوگ وہ ہیں، جو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہمہ وقت، اس کی رحمت و شفقت مانگتے ہیں، اس کی رحمت کو متوجہ کرتے ہیں۔ اور انسانیت کے لیے رحمت یہ ہے کہ اس کے جسم کو بھی راحت ملے، وہ بھی ارتفاقات اور سہولتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کی روح بھی سکون اور اطمینان کی حالت میں ہو۔ اس کے مقابلے میں وہ شیطانی طاقتیں اور قوتیں ہیں، جو دراصل انسانیت کے لیے زحمت پیدا کرنے کا سبب ہیں۔ ان کا ہر دم کام یہ ہے کہ انسانوں میں رحمت و شفقت کے بجائے ان کے درمیان باہم جنگ و جدل، فساد اور ایسے راستے پر ڈالنا، جو انسانیت کی گمراہی کا سبب ہے۔ اس لیے مسلمان جماعت کے سامنے ایک واضح لائحۂ عمل اور پروگرام ہے کہ وہ انسانی تقاضوں کو سمجھے اور ان کی تکمیل کے لیے ایسی جدوجہد اور کوشش کرے کہ مجموعی ماحول انسان دوستی کا بن جائے۔ یعنی انسانی تقاضوں کے مطابق ایک ایسا نظام قائم ہو، جو خاندانی ماحول سے لے کر بین الاقوامی سطح تک اقوامِ عالم کے درمیان محبت، رحمت، رأفت، عدل و انصاف اور معاشی خوش حالی سے عبارت ہے۔ اگر یہ چیز موجود ہے تو گویا کہ وہ سوسائٹی ترقی کرتی ہے۔

تقویٰ کی اہمیت اور مفہوم پر بات کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا ڈر اور خوف، عظمت و محبت کے ساتھ دل میں ہو تو انسان بہت سی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ اللہ کے ڈر سے انسانیت کے لیے فلاح و بہبود کا نظام قائم کرنے کی کوشش کرنا، عدل و انصاف قائم کرنا، انسانوں کے ساتھ احسان اور ایثار سے پیش آنا، ان کی ضروریات کو پورا کرنا تقویٰ ہے۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تقویٰ کی تعریف میں اس آیت کو پیش کرتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (90:16) کہ دراصل عدل و انصاف کے مطابق اپنی سوسائٹی کی تعمیر و تشکیل، احسان و ایثار کے مطابق معاشرے کی ترقی اور اس کے لیے حسن سلوک کا عمل اور جو اپنے قریب ترین لوگ ہیں، ان کے حقوق ادا کرنے کا عمل، جن کے ساتھ آپ کو واسطہ پڑتا ہے، قربت ہے، پڑوسی ہیں، محلے کے لوگ ہیں، گھر کے اندر رہنے والے لوگ ہیں، رشتے دار ہیں، جن سے آپ کا رابطہ ہوتا ہے۔ آپ کا ان کو اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى عطا کرنے کا جذبہ ہو، نہ کہ ان سے چھیننے کا جذبہ ہو، ان سے لینے یا ان کو لوٹنے کی سوچ نہ ہو۔ جو دور لوگ رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ آپ کا ان کے ساتھ کوئی لنک ہی نہیں ہوتا کہ وہ آپ کے شر میں آئیں گے یا آپ ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں گے، وہ تو معاملہ الگ ہے، لیکن جو قریب ہیں، جن سے آپ کا واسطہ پڑتا رہتا ہے، اُن کے لیے آپ کے اندر دینے کا جذبہ ہو، ان سے چھیننے اور ان سے لوٹ کھسوٹ کرنے کا نہ ہو۔

قرآن حکیم نے تقویٰ کی تعریف میں یہ تین باتیں واضح کی ہیں کہ عدل و احسان اور انسانیت کی فلاح و بہبود اور ان کی خیرخواہی کے لیے مال قربان کرنے کا جذبہ، اپنی جان قربان کرنے کا جذبہ، یہ آپ کے اندر پیدا ہونا چاہیے۔

آج بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم نے قرآن کے اس پیغام کو پسِ پُشت ڈال دیا۔ ہم نے اس پیغام کو بھلا دیا۔ وہ اعلیٰ اَخلاق، جو انسانیت کو نکھارنے والے تھے، اس کو ترقی دینے والے تھے، وہ چھوڑ دیے۔ بداَخلاقی ہماری شناخت بن گئی، بداَمنی، ظلم، ناانصافی، بھوک اور افلاس ہماری شناخت بن گئی۔ تو اگر ہم نے ابلیس اور شیطانی راستے پر، طاغوت قوتوں کے راستے پر چل کر یہ بداَخلاقی قبول کرنی ہے تو یاد رکھو یہ دنیا کی خرابی بھی ہے، دنیا کی ذلت اور رسوائی بھی ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے۔ اور اگر ہم نے سچے اولیاء اللہ، علمائے ربانیین اور انبیا علیہم السلام

کے نقشِ قدم پر چلنا ہے اور ان امور کی پابندی کرنی ہے، جن کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، عدل و انصاف، امن و امان اور معاشی خوش حالی کی جدوجہد اور کوشش تو دنیا کی کامیابی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

8/ مارچ 2013 کو خطبہ جمعہ میں انھوں نے "اسلام کی جامعیت" پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

دین اسلام ان تمام انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کا جامع، خلاصہ اور جوہر ہے۔ ان تمام تعلیمات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسانیت دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو۔ انسان کی زندگی کے جملہ پہلو اس انداز میں مہذب اور مرتب ہوں کہ اس کے فوائد نہ صرف دنیا کی زندگی میں ملیں، بلکہ آخرت کی زندگی میں بھی ظاہر ہوں۔ اس دنیا میں کامیاب صرف وہی ہیں، جو ترقی اور ارتقا کی منازل طے کرتے ہیں۔ جہاں جمود پیدا ہو جاتا ہے، وہیں نشوونما اور ارتقا رُک جاتا ہے۔

انھوں نے فکری وحدت اور نظریاتی یکسوئی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

تمام افکار کا مرکزی نقطہ، اور بنیاد ذاتِ باری تعالیٰ کی توحید، وحدانیت اور اس ذات کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ گویا کہ زندگی میں گردوپیش کے تمام مظاہر کو ذاتِ باری تعالیٰ کے تعلق سے سمجھا جائے اور اسی کے مطابق اس کے بتلائے ہوئے راستے اور حکم کے مطابق عملی معاملات طے پائیں۔

اسلام کی تعلیمات اور اس کی تمام عملی صورتیں انسان کے اندر فکری یکسوئی پیدا کرتی ہیں۔

اسی کو قرآن حکیم نے ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے تناظر میں کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام حنیفیت کے منصب پر فائز تھے۔ حنیفیت، یعنی نظریے، سوچ اور فکر کا یکسو ہونا، کہ انھیں اپنی زندگی کے لیے کیا کام کرنا ہے۔ دین کی تعلیمات ہمارے فکر اور نظریے میں یکسوئی پیدا کرتی ہیں۔ آج کی جو سب سے بڑی مصیبت ہمیں پیش آچکی ہے، وہ یہ ہے کہ ہم فکری حوالے سے غلطان و پریشان ہیں۔ حیرانی کی کیفیت میں ہیں۔ خیالات منتشر ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ ہر آدمی یہ سوال کرتا ہے۔ ہمارا نظریہ کیا ہوگا۔ ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں، نہ سیاسی نظریے پر یکسو ہیں، نہ معاشی نظریے پر یکسو ہیں، نہ سماجی تہذیب و تشکیل کے حوالے سے متفق ہیں۔ جتنے مسلمان ہیں، اتنے ہی سیاسی، سماجی اور معاشی نظریات و افکار ہیں۔ یہ انتشارِ فکر ہے۔ یہ سوچوں کی باہم متضاد لہریں جو ہمارے معاشرے میں، ہماری سوسائٹی میں پیدا ہو چکی ہیں، یہی دراصل ہمارے عملی کردار کو مسخ کر رہی ہیں۔ اسی کا نتیجہ مایوسی، مرعوبیت، غفلت، بزدلی، جرأت اور ہمت کے فقدان کی نظر میں ظاہر ہو رہا ہے۔

مسلمان کا سب سے پہلا کام اپنے نظریے پر یکسوئی، اپنے فکر کے ساتھ پختہ وابستگی ہے۔ کام کرنے کا منہج اس کے سامنے دوٹوک انداز میں واضح ہونا ضروری ہے۔ اسی کا نام حنیفیت ہے۔ اسی کا نام مسلمان ہونا ہے۔ سپردگی، فرماں برداری، اِدھر اُدھر کے افکار و خیالات اور منتشر ذہن سے نکل کر ایک فکر، ایک نظریے، ایک سوچ پر پختگی کے ساتھ، ڈسپلن اور نظم و ضبط کے ساتھ یکسوئی اختیار کرنے کا نام اسلام ہے۔ گویا کہ مسلمان وہ ہے، جس کے فکر کے اندر یکسوئی ہو، نظریے پر پختگی ہو، اپنے فکر پر اسے اعتماد ہو۔ انسانی ترقی کے لیے یہ ناگزیر ہے۔ دنیا کے کسی ادارے، کسی کمپنی، کسی ملک، کسی شعبے میں کام کرنے والے لوگ اپنے فکر پر یکسو نہ ہوں تو نتائج نہیں نکلتے۔ ایک انسان کی انسانیت، وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے بغیر کسی یکسوئی کے، بغیر کسی فکری وحدت کے کیسے آگے بڑھ سکتی ہے۔ تو پہلا بنیادی کام جو دین اسلام پر عمل کرنے کے نتیجے میں انسانی ذہن اور فکر میں آتا ہے، وہ اپنے فکر و عمل کو درست تناظر میں سمجھنا اور اس کے مطابق کردار ادا کرنا۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو دین تنظیم سکھاتا ہے، نظم و ضبط اور ڈسپلن پیدا کرتا ہے، جو دین یکسوئی اور حنیفیت پیدا کرتا ہے، آج اس کے ماننے والے فکری انتشار اور عملی طور پر غیر منظّم انداز میں زندگی بسر کرنے کی حالت میں ہیں۔ اس لیے آج اگر ہمیں توبہ کرنی ہے تو اس توبہ کا بنیادی عنوان نظریے کی اور فکر کی یکسوئی، نظریے کے شعور اور خاص طور پر سماجی زندگی کی تشکیل کے حوالے سے وحدتِ فکری کے تناظر میں سامنے آنا چاہیے۔ اور عملی زندگی کو مہذب بنانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے نظم و ضبط اور ڈسپلن اور اس سے متعلقہ جو تنظیمی رویے ہیں، انھیں سیکھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین اسلام کی تعلیمات کو درست تناظر میں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پیر جی حضرت مولانا حسین احمد سجادہ نشین خانقاہ بوڑیہ، ہریانہ، انڈیا کا مکتوبِ گرامی

باسمہٖ تعالیٰ

گرامی محترم جناب حضرت مولانا عبدالخالق صاحب زید فضلہٗ

خلیفہ و جانشین حضرت الحاج مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعدہٗ امید ہے کہ مزاجِ عالی مع الخیر ہوں، یہاں بھی بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے۔

آپ کا گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا تھا، مگر جواب میں تاخیر یہاں کی دینی، قومی اور ملّی مصروفیات رہیں۔ ابھی 4 روزہ سفر برائے شرکت سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ بمقام شہر اجین مدھیہ پردیش سے واپسی ہوئی۔ معلوم ہوا کہ عزیزی مفتی محمد عامر صاحب آپ کی خدمت میں پہنچ رہے ہیں، اس لیے مناسب سمجھا کہ یہ چند سطریں ارسال کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بصحت و سلامت رکھے اور فیض سبحانی کو آپ کے ذریعے فروغ بخشے۔ حسبِ موقع یہاں تشریف آوری کے سنہرے موقع سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین و محبین کو اپنی زیارت و ملاقات کا شرف بخشیں۔ دعواتِ صالحات میں فراموش نہ فرمائیں۔ حسبِ مراتب احباب و متعلقین کی خدمت میں ہدیۂ سلام کے ساتھ دعاؤں کی درخواست پیش ہے۔ والسلام حسین احمد

دائرہ شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ، خانقاہ بوڑیہ (صوبہ ہریانہ، انڈیا)

26/ مارچ 2013ء/ 13/ جمادی الاولیٰ 1434ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے روشن فکر نے ہمیں باطل قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہونے کا سبق دیا ہے۔ ان کے انتقال سے قوم ایک عظیم قائدانہ صلاحیت کی حامل شخصیت سے محروم ہوگئی۔ یقیناً وہ ایک عالم باعمل اور صاحبِ جوہر و حالات شناس سیاست دان تھے۔ صحیح معنوں میں علمائے دیوبند کے وارث اور اسلاف کی یادگار تھے۔ ملتِ اسلامیہ ان کے سیاسی و شعوری خدمات و احسانات کو ہرگز نہیں بھول سکتی۔ ہم ان کی خدمات پر ان کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ محمد سعید مہمند نگران مجاہدِ ملت لائبریری، کراچی

11/ اکتوبر 2012ء/ ذوالقعدہ 1433ھ

تأثرات ——— از پروفیسر شاہد رشید

مولانا سعید احمد رائے پوریؒ اور ان کا مشن

26 ستمبر 2012ء کو مولانا سعید احمد رائے پوریؒ لاہور میں انتقال فرماگئے۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون

حضرتؒ کا شمار اُن معدودے چند بزرگوں میں کیا جاسکتا ہے، جو صرف افراد ہی کے نہیں، بلکہ پوری قوم اور ملت کے رمز شناس اور رہنما ہوتے ہیں۔ وہ ایک اولوالعزم انسان تھے اور ان کی زندگی اپنے نصب العین کے لیے بھرپور جدوجہد سے عبارت ہے۔ انھوں نے اپنے لیے عہدِ شباب میں جس راستے کا انتخاب کیا تھا، مرتے دم تک اسی پر قائم رہے۔ یہ ایک مشکل راستہ تھا، لیکن جس کا دل اپنے نصب العین سے عشق کا سورج بن چکا ہو، اس کے سامنے مشکلات کی برف کیسے ٹھہر سکتی ہے؟

شیخ الہندؒ، مولانا سندھیؒ اور حضرت مدنیؒ کے نام ہر وقت ان کی نوکِ زباں پر رہتے تھے

اور یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے کالج اور یونیورسٹی کے نوجوانوں کو ایسے وقت میں اِن حرّیت پسند علما سے متعارف کرایا، جب خود دینی مدارس اور جماعتوں میں ان بزرگوں کا تعارف بڑی حد تک ختم ہوتا جا رہا ہے اور اگر تعارف موجود بھی ہے تو محض مسلکی عقیدت کے طور پر۔ ان بزرگوں کی سوچ اور شخصیت کیا تھی اور ان کے اہداف اور منصوبے کیا تھے؟ یہ حضرت رائے پوریؒ کے حلقے میں شامل نوجوانوں کی تربیت کے لازمی عناصر تھے۔

ایک لفظ جو حضرتؒ بہت استعمال کیا کرتے تھے، وہ 'فکر' اور 'شعور' کا لفظ ہے۔ ہمارے ہاں مذہبی رویے جس سطحیت اور زوال کا شکار ہیں، حضرتؒ کی شخصیت اور ان کی تحریک اس کا صحیح تریاق تھی۔ ان کی صحبت کا اثر یہ تھا کہ نوجوان بہت جلد جذباتیت، رومانویت اور سطحیت سے باہر آجاتا تھا اور کلی نقطۂ نظر (Holistic approach) سے حالات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرلیتا تھا۔

ان کی صحبت اور گفتگو ذہنی ترقی اور فکری ترفع کا باعث ہوتی تھی۔

ان کی گفتگو کا انداز بھی اتنا خوب صورت، غیر رسمی (Informal) اور اپنائیت لیے ہوتا تھا کہ ایک اجنبی شخص بھی یہ محسوس کرتا کہ میری ان سے برسوں کی شناسائی ہے۔ خشک سے خشک موضوع ان کی شخصیت کی تروتازگی سے کھل جاتا تھا۔ وہ زندگی سے بھرپور تھے۔ لطیف حسِ مزاح کے حامل تھے۔ وہ اپنے اردگرد کے افراد سے بہت بے تکلفانہ انداز میں گفتگو کرتے تھے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے علمائے کرام، مسند نشین اور سیاسی لیڈر عام لوگوں اور اپنی ہی جماعت کے کارکنوں سے کتنا فاصلہ رکھتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں

حضرت رائے پوریؒ اپنی جماعت کے کارکنوں اور عام لوگوں کو وقت اور اہمیت دیتے تھے۔

ان کی باتیں توجہ سے سنتے اور ان کے سوالات کے جواب دیتے تھے۔ نوجوانوں کے سوالات کا سامنا کرنا بھی حضرتؒ کی ایک امتیازی صفت تھی۔ وہ نوجوانوں کو سوال کرنے سے روکتے نہیں تھے، بلکہ سوال کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور پھر احسن طریقے سے بات سمجھاتے تھے۔ اس ماحول میں نوجوانوں کی ذہنی وفکری صلاحیتیں نکھرتی تھیں۔

حضرتؒ کا طرزِ زندگی نہایت سادہ تھا۔ وہ ساری عمر عوام کے ساتھ ریل گاڑیوں اور بسوں میں سفر کرتے رہے۔ آخری عمر میں بیماری کی وجہ سے ان کے لیے گاڑی خریدی گئی۔ عام کارکنوں کے ساتھ ان کے پیچھے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر چلے جاتے۔ لباس بھی نہایت سادہ، مگر صاف ستھرا پہنتے تھے۔

وہ جذباتی انسان ہرگز نہ تھے اور بڑے بڑے مجمع سے متأثر نہیں ہوتے تھے۔ وہ نہایت گہری بصیرت رکھتے تھے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کو چند شاگرد یا مرید میسر آجائیں تو وہ بڑے بڑے منصوبے بنانے لگتا ہے اور فوراً ایک جماعت رجسٹرڈ کرا کر پریس کانفرنس کر ڈالتا ہے۔ حضرتؒ اس طرح کے رومانوی ایڈونچرز سے بہت دور تھے۔ وہ نہایت ٹھنڈے دل اور حقیقت پسندی کی نگاہ سے صورتِ حال کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور حالات سے باخبر رہتے تھے۔

آپؒ نے ایک خانقاہ کا روایتی پیر بننے کی بجائے ایک بڑے نصب العین کو اپنے سامنے رکھا۔

ان کی پوری زندگی اسی نصب العین کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ یہ نصب العین کیا تھا؟ وہ نوجوانوں میں دین کی جامعیت کا نظریہ منتقل کرنا چاہتے تھے۔ وہ انھیں ان اکابر علما سے متعارف کرانا چاہتے تھے، جنھوں نے آزادی وحریت کی خاطر کالا پانی، جلاوطنی اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ چاہتے تھے کہ نوجوان سیاسی بصیرت اور گہرے شعور کے حامل ہوں اور کوئی بھی بیرونی قوت ان کے مذہبی جذبات کو استعمال کرکے ان کا نفسیاتی استحصال نہ کرسکے۔

وہ چاہتے تھے کہ نوجوان دین کے مقاصد اور دین کے مجموعی مزاج کا فہم حاصل کریں

اور دورِ حاضر کے تقاضوں سے بھی باخبر ہوں۔ وہ چاہتے تھے کہ نوجوان حقیقت پسندی اور معروضیت کی بنیاد پر حالات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرلیں اور وہ چاہتے تھے کہ باشعور نوجوانوں کا یہ اجتماع منظم ہو اور معاشرے میں تبدیلی کی بنیاد فراہم کرے۔

زوال اور گراوٹ کے زمانے میں ان مقاصد کا حصول آسان کام نہیں تھا اور نہیں ہے۔ چناں چہ سب سے پہلے خود اپنے ہی ہم مشرب لوگوں نے انگلیاں اٹھانی شروع کردیں۔ یہ ایک المیہ ہے کہ بہت عرصے سے

ہمارا مذہبی طبقہ درست تجزیے اور دیانت دارانہ تحقیق کی صلاحیتیں کھو بیٹھا ہے۔

وہ جب بھی روایتی سانچے سے مختلف کوئی بات دیکھتا ہے تو اس کا انکار کردیتا ہے۔ وہ محض ایک ہی زبان میں بات کرنے کا خوگر ہوچکا ہے اور وہ فتوے کی زبان ہے۔ بعض اوقات کسی کو فتوے کا نشانہ بنانے کے لیے استفتا خود تیار کرایا جاتا ہے۔ بعض اوقات محض شک وشبے اور غلط فہمی کی بنیاد پر فتویٰ داغ دیا جاتا ہے اور سب سے المناک بات یہ ہے کہ بسا اوقات مخصوص تعصّبات، شخصیت کا ٹکراؤ (personality clash) اور ناپسندیدگی کے رویے بھی کسی کے خلاف فتویٰ صادر کرنے کا محرک بن جاتے ہیں۔ یہ نہایت خطرناک صورتِ حال ہے۔

علم وعمل کی دنیا میں اختلافِ رائے نہ صرف فطری ہے، بلکہ انسانی ترقی کے لیے ناگزیر بھی ہے، لیکن کیا اختلافِ رائے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ کسی کو یک قلم مسترد کردیں اور اس کی شخصیت کے خلاف پروپیگنڈا شروع کردیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے زوال کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ہم نے اختلافِ رائے کا سلیقہ ابھی نہیں سیکھا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہماری توانائیوں اور صلاحیتوں کا بڑا حصہ ایک دوسرے کے خلاف اس طرح کی سرگرمیوں میں گزر جاتا ہے، جس سے دین اور انسانیت کے اصل دشمنوں کو ہنسنے اور مضبوط ہونے کا موقع ملتا ہے۔

یقیناً اس سے یہ مراد نہیں کہ حضرت رائے پوریؒ اور ان کے نقطۂ نظر سے اختلاف نہیں کیا

rahimia.org

جاسکتا۔ اختلاف ضرور کیا جائے، لیکن اس کی بنیاد سنجیدگی اور دیانت پر ہو۔ اکابر علما نے ایک دوسرے کے نظریات سے اختلاف کیا اور بڑے سے بڑا مفسر، محدث اور فقیہ بھی اپنے معاصر علما میں 'مقدس' اور تنقید سے بالاتر نہیں بن سکا۔ یہی اسلام کی علمی و فکری تاریخ کی سب سے بڑی خوب صورتی ہے۔

اس وقت معاصر مذہبی دنیا مختلف حلقوں، دائروں اور جزیروں میں منقسم ہے۔ ہر حلقہ اپنے آپ کو اکمل اور افضل تصور کرتا ہے اور دوسروں کو کم تر سمجھنا اپنے ایمان کا حصہ گردانتا ہے۔ کم از کم درجے میں وہ یہ ضرور سمجھتا ہے کہ 'یہ بے چارے ابھی پوری بات نہیں سمجھ سکے۔' یہ صورتِ حال ایک حد تک فطری بھی ہے اور اس سے امتِ مسلمہ کے لیے مثبت نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں، لیکن یہ تب ممکن ہے جب ان مختلف جزیروں کے مابین پُل موجود ہوں، جب ہم اپنے اپنے دائرے کے گرد اونچی فصیلوں اور دیواروں میں کچھ کھڑکیاں اور روشن دان بھی رکھ لیں، جب ہم دوسروں کے تناظر (perspective) کو سمجھنے کی دیانت دارانہ کوشش کرتے رہیں، جب ہم دوسرے حلقوں سے بالکل کٹ کر نہ رہ جائیں، بلکہ محبت اور آدمیت کے جذبے سے سماجی روابط کو فروغ دیں اور دوسرے لوگوں کے لیے حسنِ ظن رکھتے رہیں، جب کہ اپنی نیت پر شک کرتے رہیں۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جب نظریاتی تعصب، بغض، عناد اور کمینگی بن جائے تو اعلیٰ و ارفع نظریات بھی صحت مند تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔

ہم یہ بات جاننے کے لیے علمائے عمرانیات اور ماہرین نفسیات کے رہینِ منت نہیں ہیں کہ انسان ذہنی و جذباتی لحاظ سے ایک پیچیدہ مخلوق ہے۔ ہم اس بات کا براہِ راست تجربہ رکھتے ہیں۔ صورتِ حال یہ ہے کہ انسان محض فکر (Intellect) یا عقل (Reason) کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ جذبات اور ارادوں کی بھی ایک مخفی دنیا رکھتا ہے۔ انسان کے جذبات اور ارادوں کی یہ Non-rational دنیا اس کی rational دنیا پر اکثر غالب رہتی ہے۔ اگرچہ ہم عام طور پر اپنی گفتگو اور برتاؤ میں ایسا ظاہر نہیں کرتے۔ انسانی فطرت کا یہ علم کسی بھی نظامِ تربیت کو درست خطوط پر استوار کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

یعنی ایسا ممکن ہے کہ آپ کچھ نظریات کو سمجھ لیں، انھیں منطقی طور پر ٹھیک ٹھیک بیان کرنا سیکھ لیں اور دوسرے نظریات کو رد کر کے اپنے نظریات کی عقلی برتری ثابت کر سکیں، لیکن یہ نظریات آپ کے کردار میں ڈھل جائیں اور آپ کی شخصیت کے اوصاف بن جائیں، یہ دوسری بات ہے۔

جمہوریت کو ایک نظریے یا نظام کے طور پر سمجھنا اور سمجھانا آسان ہے، لیکن جمہوری رویوں کو اپنانا ایک مشکل کام ہے۔ یہ وہ چیلنج ہے جو آج ہماری تمام دینی جماعتوں اور حلقوں کو درپیش ہے، حضرت رائے پوریؒ کا حلقہ اس چیلنج کا سامنا کس طرح کرتا ہے، آنے والا وقت ہی اس کا صحیح فیصلہ کر سکتا ہے۔ حضرت رائے پوریؒ کے جانشین علما اور احباب سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ حضرت کے مشن کا صحیح وارث بنتے ہوئے جہاں اکابر کے نظریات پر نوجوانوں کو منظّم کریں گے، وہیں وسعتِ قلبی اور انسان دوستی کو اپنے کردار کا بنیادی جوہر بنا لیں گے اور مذہبی دنیا میں ایک نئے گروہ کا اضافہ کرنے کی بجائے ملک و قوم کو ایک ایسی قیادت عطا کریں گے، جو ایک طرف علمائے حق کے تاریخی تسلسل سے منسلک ہو اور دوسری طرف قوم کو زوال سے نکالنے کی صلاحیتوں اور صفات سے متصف ہو۔

تعزیتی مکتوبات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید

کے وِصال پر تعزیتی مکتوبات

مکتوب 1

۷۸٦

جناب مفتی عبدالخالق صاحب

جانشین حضرت مولانا شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم

بعد سلام عرض یہ ہے کہ امید کرتے ہیں کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور ہم بھی یہاں خیریت سے ہیں بفضل تعالیٰ۔ حضرتؒ کے وصال کے بارے میں جان کر بہت تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپؒ کو اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائیں اور حضرتؒ کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنا فضل فرمائیں اور جلد از جلد ہندوستان آنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آپ کی زیارت سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔ آمین!

سب ذاکرین ساتھیوں کی طرف سے سلام عرض ہے اور سب کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

فقط سلام منجانب صوفی اعجاز احمد (اور تمام ذاکرین ساتھی) دہلی، انڈیا

مکتوب 2

حضرت محترم المقام مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ امید ہے مزاجِ عالی بخیر ہوگا۔

احقر حاضر ہوا تھا، مگر حضرت والا سفر پر تھے۔ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر بہت صدمہ ہوا۔ إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون۔ ہم ایک عظیم دینی و سیاسی رہنما سے محروم ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ سے میری محبت و عقیدت کا عرصہ 25 سال سے تھا۔ حضرت والد صاحب (حضرت مولانا عبدالدیانؒ) سے بھی ان کی اچھی خاصی دوستی تھی۔ میرے لیے تو آپ مشعل راہ تھے۔ ان کی عظمت و شان، اخلاقِ عالیہ، سادگی اور بے تکلفی آج کل کے خانقاہ نشینوں میں مفقود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے دل میں اکابر سے محبت اور ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے بالخصوص توجہ دی اور ان کو فکرِ ولی اللّٰہی سے باخبر کیا۔ ملکی حالات و سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے۔ حضرتؒ اقدس کی اکثر زندگی سفر میں گزری۔ آخر عمر میں بھی اسفار کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت اقدسؒ جب بھی گوجرانوالا تشریف لاتے تو احقر کو ضرور بلاتے تھے، جس کو میں اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ حضرت اقدسؒ کی وجہ سے ہمیں سیاسی بصیرت اور اکابر کی سیاست کا مفہوم سمجھ میں آیا۔

اللہ تعالیٰ ان کی خدماتِ عالیہ جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین اور ہم سب کو استقامت علی الدین اور اسلاف کے نقش قدم پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام دعا گو شمس الرحمٰن نعمانی خادم قرآن جامعہ اسلامیہ دارالتجوید، گوجرانوالا

rahimia.org

رپورٹ: پروفیسر سکندر علی سومرو

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا

دورۂ جنوبی سندھ

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ سے وابستہ احباب کی دعوت پر حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ جنوبی سندھ کے 12 روزہ دورے پر 9/ فروری 2013ء، ہفتہ کو بوقت 5:30 بجے صبح کو لاہور سے بذریعہ ٹرین روہڑی اسٹیشن پر تشریف لائے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ العالی تھے۔ اسٹیشن پر حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی، جناب امجد علی آرائیں، انجینئر آصف رضا میمن، جناب حفیظ اللہ پھلپوٹو، مولانا بشیر احمد بلوچ اور دیگر احباب نے مہمانانِ گرامی کا بڑا پُر تپاک استقبال کیا۔ اسٹیشن سے یہ قافلہ حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ صاحب کے مکان ''دارِعمیر'' پرانا سکھر پہنچا۔

وہاں پر دوستوں سے ابتدائی ملاقات کے بعد حضرت اقدس نے آرام کیا اور پھر دوپہر کے کھانے کے بعد سکھر کے دوستوں کے ساتھ ''استفادہ نشست'' ہوئی۔ عصر تا مغرب ڈاکٹر صاحب کے مکان پر خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام تھا، جس میں سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور حضرت اقدس کا تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے قرآن حکیم کا درس دیا۔ نمازِ مغرب کے بعد حنفیہ مسجد پرانا سکھر میں ''مجلس ذکر'' منعقد ہوئی، جس میں سکھر ریجن کے تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد اقرأ تحفیظ القرآن پبلک اسکول میں سیمینار ہوا۔ پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہٗ نے ''امام شاہ ولی اللہؒ کا فکر اور ان کی تحریک'' پر گفتگو کی۔ بعدازاں حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی سیرت اور موجودہ دور کے تقاضے'' پر خطاب فرمایا۔ سیمینار کے بعد IBA سکھر کیمپس کے طلبا نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ سے استفادہ کیا، انھوں نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔

10/ فروری، بروز اتوار صبح کو خیرپور میرس میں سکھر ریجن کی جانب سے ''سچل آڈیٹوریم ہال'' میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی یاد میں ایک سیمینار کا اہتمام تھا۔ اس میں سیمینار میں لاڑکانہ، سکھر، شکارپور، کندھ کوٹ اور محراب پور کے نوجوان دوستوں نے شرکت کی۔ نیز خیرپور کی شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، مہران انجینئرنگ یونیورسٹی و کالج کے طلبا نے بھی بھرپور شرکت کی۔ آڈیٹوریم ہال مکمل طور پر اوپر اور نیچے فل ہو گیا تھا۔ تلاوت کے بعد سب سے پہلے جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی نے ''حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ اور عصر تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا: ''حضرت اقدس رائے پوری تاریخ ساز شخصیت تھے، جنھوں نے پوری زندگی علمائے ربانیین کے فکر و عمل کے پھیلاؤ میں صرف کر دی اور نوجوانوں کو علمائے ربانیین سے جوڑا اور ان میں نظریہ منتقل کرنے کے لیے سرگرداں رہے۔ نعرہ بازی کی سیاست سے دور کر کے ان کو سماجی حوالے سے مکمل تبدیلی کے نظریے سے روشناس کیا۔'' ان کے بعد ''افکار ولی اللّٰہی اور تاریخی تسلسل'' کے موضوع پر حضرت ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''شاہ ولی اللہؒ کے فکر کا کمال ہے کہ اُس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی عطا کی کہ انسان اس دنیا میں بھی اعلیٰ زندگی گزارے اور اُخروی زندگی میں بھی کامیابی حاصل کرے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ نے نوجوانوں میں دینِ اسلام اور قرآن کا پیغام منتقل کیا اور انھیں علمائے حق سے جوڑا۔'' آخر میں حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ عظیم الشان شخصیت کے مالک تھے۔ انھیں اس پُر آشوب دور میں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ اُن کی خدمات کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ انھوں نے سیاسی انتشار، بدامنی اور قتل و غارت گری کے ماحول میں نوجوان طبقے میں پیدا ہونے والی مایوسی اور مرعوبیت کو ختم کیا اور اس حوالے سے ان میں مزاحمتی شعور پیدا کیا و ران میں دینی نقطۂ نگاہ سے سیاسی، معاشی اور سماجی شعور بلند کیا۔'' سیمینار کے دوران سب دوست ہمہ تن گوش رہے۔ خطاب کے بعد حضرت اقدس مفتی آزاد صاحب کی دعا سے سیمینار کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد جناب انیس احمد میمن کے گھر میں دوپہر کے کھانے کا اہتمام تھا، جہاں حضرت اقدس اور دیگر احباب نے نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھایا۔ اہل خانہ کے لیے دعا کرنے کے بعد حضرت اقدس ٹھیڑھی سے سکھر کے لیے روانہ ہوئے۔ سکھر میں حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی کے جدِامجد کے مزارات پر مشتمل ''معصوم شاہ منارہ'' پر حاضری دی۔ وہاں سے فارغ ہو کر دارِعمیر سکھر پہنچے۔ بعد از نماز مغرب مجلس ذکر حنفیہ مسجد میں ہوئی۔ رات کو سکھر کے دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہٗ سے استفادہ کیا۔

11/ فروری کی صبح کو حضرت اقدس مدظلہٗ جناب حفیظ اللہ پھلپوٹو کے گاؤں وسرو واہن پہنچے۔ جہاں ان کے صاحبزادگان اور گاؤں کے دیگر احباب نے استقبال کیا۔ اس موقع پر استفادہ نشست ہوئی، جس میں حضرت اقدس نے نوجوانوں کے سوالات کے جوابات دیے۔ دوپہر کا کھانا وہیں پر ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد سندھ کے قدیم تاریخی مدرسہ دارالہدیٰ ٹھیڑھی کی نظامیہ کی دعوت پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ اور حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب مدرسے میں تشریف لے گئے۔ جہاں پر مہتمم مدرسہ محترم محمد زکریا صاحب اور ان کے نائب مولانا حبیب اللہ صاحب نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کا پُر تپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر مدرسہ کے اساتذہ اور طلبا میں ''جدوجہدِ آزادی میں علمائے حق کا کردار'' موضوع پر حضرت اقدس کا خطاب ہوا۔ حضرت نے خطاب میں حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر اب تک کے دینی تسلسل کو بیان فرمایا۔ اور شاہ صاحبؒ کے نظریۂ فک کل نظام کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ: ''دیوبند محض ایک مدرسہ نہیں، بلکہ شریعت، طریقت اور سیاست کی تحریک کا مرکز تھا۔ اسی ادارے کی بدولت آزادی کی شمع روشن ہوئی۔ سچا دیوبندی وہ ہے، جو حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مشن پر چلے۔'' اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی، جس میں ولی اللّٰہی فکر کے حوالے سے علما اور طلبا کے بہت سے اہم سوالوں کے جوابات دیے۔ اس کے بعد مہمانوں کی ضیافت کی گئی۔ مہتمم صاحب اور علما و طلبا نے حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کے خطاب کی بہت تعریف کی اور بڑے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد انجینئر آصف رضا میمن کے مکان پر تشریف آوری ہوئی، جہاں عصر تا مغرب دوستوں نے انفرادی ملاقاتیں کیں اور استفادہ کیا۔ انھی کے مکان پر مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اور عشا کے بعد احباب نے استفادہ کیا۔ رات کا قیام وہاں رہا۔

12/ فروری، بروز منگل خیرپور سوک سنٹر میں ایک استفادہ نشست بعنوان ''سماجی تشکیل نو

کے لیے نظم وضبط کی اہمیت'' منعقد ہوئی۔ جس میں احباب نے حضرت اقدس مدظلہٗ سے استفادہ کیا۔ بعد نمازِ عصر جناب آصف رضا میمن کی رہائش گاہ پر خواتین کے لیے درسِ قرآن کی نشست ہوئی اور بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر ہوئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے مہران انجینئرنگ یونیورسٹی کے طلبا سے ''سماجی تبدیلی کی حکمتِ عملی اسوۂ حسنہ کے تناظر میں'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جس کے بعد نوجوانوں نے سوالات کیے اور حضرت اقدس مدظلہٗ نے تفصیلی جوابات دیے۔ اس کے بعد رات 9:15 بجے شاہ عبداللطیف یونیورسٹی کے طلبا کے لیے گوپانگ ہوٹل میں سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں خصوصاً Business Department کے طلبا تھے۔ جس میں مفتی عبدالقدیر صاحب نے ادارہ رحیمیہ کا تعارف پیش کیا اور حضرت اقدس مفتی آزاد مدظلہٗ نے موضوع "Significant of social, political and economical justice in the light of seerat Nabvi" (سماجی، سیاسی اور معاشی انصاف کی سیرتِ نبوی کی روشنی میں اہمیت) پر خطاب میں فرمایا کہ: ''سماج کے تینوں شعبوں؛ اقتصادیات، سیاسیات وسماجیات کا سیرت کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے۔ حضور اکرمؐ کی سیرت، سماج کے ان تینوں شعبوں میں رہنمائی دیتی ہے۔ آج کے نوجوان سیرتِ نبوی کو اسی تناظر میں سمجھیں۔ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ بتلاتا ہے کہ انسانی زندگی بہت قیمتی ہے۔ چناں چہ سرمائے کے مقابلے پر انسان اصل ہے، سرمایہ نہیں۔ اس حوالے سے سیاسی، معاشی اور سماجی عدل وانصاف بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔'' اس کے بعد طلبا کے سوالات کے تفصیلی جوابات دیے گئے، جس سے نوجوان طلبا بہت مطمئن اور خوش ہوئے۔

13رفروری، بروز بدھ کی صبح حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ مولانا محمد ادریس ہکڑو کے انتقال اور تعزیت کے لیے خانپور تشریف لے گئے۔ جہاں پر انھوں نے ان کے والد بزرگوار، برادران اور ان کے بیٹوں سے تعزیت کی اور مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ وہاں پر ہی دوپہر کا کھانا ہوا۔ بعد ازاں کندھ کوٹ روانگی ہوئی، جہاں مسجد حسنین کریمین کندھ کوٹ میں حضرت اقدس مدظلہٗ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ نمازِ ظہر کے بعد مختصر استفادہ نشست ہوئی۔ بعد ازاں کندھ کوٹ کی قدیم لائبریری ''رام کرشن پنچائیت لائبریری'' کا وزٹ ہوا۔ جس میں جناب سنیل کمار اور جناب کرتال لال آریہ انچارج لائبریری سے ملنا ہوا۔ وہاں پر موجود کتابوں کی Collection پر گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ کافی کتابوں کو نوٹ کیا گیا۔ کچھ کتابوں کی فوٹو کاپی کے لیے اُن سے کہا گیا۔ 4:30 بجے واپس عبدالعلی بلوچ کی رہائش گاہ پر تشریف آوری ہوئی۔ بعد از نمازِ مغرب انھی کے مکان پر مجلس ذکر ہوئی۔ عشا کی نماز کے بعد بیکن لائٹ گرامر سکول میں سیمینار ہوا، جہاں حضرت مفتی عبدالقدیر نے ابتدائی تعارف پیش کیا اور پھر حضرت اقدس مدظلہٗ نے ''تحریکِ آزادی میں ولی اللّٰہی جماعت کا کردار'' پر خطاب فرمایا۔

14رفروری، جمعرات کو حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر واپس چشتیاں تشریف لے گئے۔ جب کہ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا ولی اللّٰہی قافلہ صبح 10 بجے کندھ کوٹ سے ٹھل پہنچا۔ جہاں پر محمد عالم سومرو کی دُختر نیک اختر کی نکاح کی تقریب میں حضرت اقدس نے نکاح پڑھایا۔ اس موقع پر نکاح کے حوالے سے مختصر گفتگو کی۔ کھانے کے بعد جناب محمد عالم صاحب کے گھر والوں نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ سے بیعت کی۔ 01 بجے داریہ محلّہ ٹھل میں ایک سیمینار میں ''بیادِ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ، ان کی کاوشیں اور موجودہ دور کے تقاضے'' پر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری نے خطاب فرمایا۔

2 بجے مولانا شاہ نواز جعفریؒ کے گاؤں میں ان کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے، جہاں پر اُن کے بیٹے عبیداللہ جعفری ودیگر گاؤں والوں سے آپ نے تعزیت کی۔ ظہر کی نماز انھی کے مکان پر پڑھی۔ وہاں سے جیکب آباد کے لیے روانگی ہوئی، جہاں حافظ بشیر احمد سیال کی رہائش گاہ پر حضرت اقدس ودیگر مہمانانِ گرامی کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔ یہاں پر بلوچستان سے ساٹھ ستر کے قریب احباب جناب عبدالوہاب اور حضرت مولانا مفتی انور شاہ کی قیادت میں بڑی کوچ کے ذریعے حضرت اقدس مدظلہٗ سے استفادہ کے لیے آئے ہوئے تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد محمدی مسجد میں مجلس ذکر ہوئی۔ بعد از ذکر نمازِ عشا ہوئی اور پھر عشایئے کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ اور جناب ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ کی دوستوں کے ساتھ استفادہ نشست ہوئی۔

مؤرخہ 15رفروری، جمعۃ المبارک، صبح 8 بجے چائے کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ سے بلوچستان کے دوستوں کی استفادہ نشست ہوئی۔ 11 بجے دوپہر کا کھانا ہوا۔ 1 بجے محمدی مسجد تبلیغی مرکز شہباز کالونی میں جمعۃ المبارک کے خطبے میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے ''دین کا غلبہ اور اس کی جامعیت'' کے حوالے سے خطاب کیا اور نماز پڑھائی۔ پوری مسجد بھر گئی تھی۔ اہل محلّہ، تبلیغی جماعت اور سلسلے کے متعلقین ومتوسلین نے بھرپور شرکت کی۔ نمازِ جمعہ کے بعد کوئٹہ بلوچستان اور جیکب آباد کے بہت سے دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہٗ سے بیعت کی۔ اس کے بعد استفادہ نشست ہوئی، جس میں تربیت و بیعت، ذکر، سلوک واحسان، تصوف، دین کی جامعیت، تنظیمی ڈسپلن، تاریخ کی اہمیت اور حالاتِ حاضرہ وغیرہ پر سوالات ہوئے۔ حضرت اقدس مدظلہٗ کے جوابات سے دوست بہت مستفید ہوئے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی۔ اس دوران اسلام آباد سے جناب ڈاکٹر پروفیسر سعید اختر صاحب بھی تشریف لے آئے۔ اس کے بعد ٹاؤن ہال جیکب آباد میں سیمینار تھا۔ جس میں ادارہ رحیمیہ کا تعارف جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی نے کرایا، جب کہ ''اجتماعی مسائل اور ان کا ولی اللّٰہی حل'' کے موضوع پر حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد دامت برکاتہم العالیہ کا خطاب ہوا۔

16رفروری، ہفتہ کی صبح 10:30 بجے جیکب آباد سے شکار پور روانگی ہوئی۔ بعد از نمازِ ظہر جناب نور احمد میمن کی رہائش گاہ پر خواتین کا پروگرام ہوا۔ نمازِ عصر کے بعد مدینہ مسجد میں حضرت اقدس مدظلہٗ نے درس دیا۔ مدینہ مسجد میں ہی نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی۔ جس میں شکار پور اور گردونواح کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد ''ذکر اللہ کی اہمیت اور دین کی جامعیت'' کے موضوع پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر مدینہ مسجد میں آئی ہوئی تبلیغی جماعت کے احباب بہت متأثر ہوئے اور انھوں نے حضرت اقدس مدظلہٗ ودوستوں کا اِکرام بھی کیا۔ اسی دوران حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی بھی بورے والا سے تشریف لے آئے۔ 8:30 بجے پریس کلب میں سیمینار تھا۔ جس میں پہلے حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا تعارف پیش کیا۔ بعد میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بطور رحمۃ للعالمین'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں جناب نور احمد میمن کی رہائش گاہ پر سب دوستوں نے آرام کیا۔

17رفروری، اتوار کی صبح کو شکار پور سے لاڑکانہ روانگی ہوئی۔ چناں چہ حضرت اقدس، جناب ارشاد احمد عباسی کی رہائش گاہ پر 10:30 بجے پہنچے، جہاں دوستوں نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ یہاں پر ایک نشست میں جناب پروفیسر محمد سعید اختر نے دوستوں کی رہنمائی کی۔ کھانے اور آرام کے بعد خواتین کے لیے درسِ قرآن کی نشست ہوئی، جس میں موضوع

”خواتین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں“ پر حضرت اقدس مفتی صاحب نے خطاب فرمایا۔ بعد از نمازِ عصر استفادہ نشست ہوئی، جس میں حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی سے دوستوں نے استفادہ کیا۔ اس کے بعد سوالات بھی ہوئے، جس کے مفتی نعمانی صاحب نے تسلی بخش جوابات دیے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر ہوئی، جس میں لاڑکانہ اور گردونواح کے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد 7:45 بجے عبداللطیف نظامانی لیبر ہال میں سیمینار منعقد ہوا، جس میں تلاوت کی سعادت مولانا عبدالهادی ہکڑو نے حاصل کی۔ سب سے پہلے ”ادارہ رحیمیہ کے تعارف“ پر حضرت ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی نے خطاب فرمایا۔ ان کے بعد حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے ”جدید نظام کی تشکیل میں تنظیم کی اہمیت“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ سیمینار میں کافی تعداد میں نوجوان احباب نے شرکت کی۔ آخر میں کچھ دوستوں نے سوالات بھی کیے، جن کے جوابات دیے گئے۔ بعد از 10 بجے ڈاکٹر حفیظ اللہ سومرو کے کلینک کا افتتاح کیا اور دعائیہ کلمات فرمائے۔

18 ر فروری، سوموار کو حضرت اقدس مدظلہ، حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی اور دیگر احباب لاڑکانہ سے روانہ ہو کر موہن جودڑو (گوٹھ دھنی بخش جونیجو) رہائش گاہ نثار احمد سوہو پر پہنچے۔ جہاں پر دوستوں نے پُرتپاک و پُرجوش استقبال کیا اور پھول نچھاور کیے۔ یہاں پر ناشتے کے بعد دوستوں نے حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی سے استفادہ کیا۔ سوالات و جوابات ہوئے۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہ، مفتی عبدالمتین نعمانی اور دیگر مہمان دریائے سندھ اور موہن جودڑو کی سیر کرنے گئے۔ کشتی میں سیر ہوئی۔ وہاں پر حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ: ”آج ہم نے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سنت پوری کی۔ کیوں کہ آپؒ بھی حج کے لیے کشتی کے ذریعے دریائے سندھ سے مکہ پاک تشریف لے گئے تھے۔“ موسم بہت اچھا تھا، بادل اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دریا کے کنارے مقامی ہوٹل پر چائے نوش فرمائی۔ اس کے بعد اختیار احمد سوہو کی رہائش گاہ پر خواتین کا پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں حضرت اقدس نے درسِ قرآن ارشاد فرمایا۔ بعد میں بہت خواتین نے حضرت اقدس مدظلہ سے بیعت کی۔ اس کے بعد آڈیٹوریم ہال ڈوکری شہر میں سیمینار ہوا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے ادارہ رحیمیہ کا تعارف پیش کیا۔ ان کے بعد ”قوموں کے عروج و زوال“ کے موضوع پر حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے خطاب فرمایا۔

نمازِ مغرب کے بعد گوٹھ دھنی بخش کی مسجد میں مجلس ذکر ہوئی۔ ذکر کے بعد مسجد میں ہی حضرت مفتی عبدالمتین نعمانی نے خطاب کیا، پھر نمازِ عشا ہوئی۔ اس کے بعد ”موجودہ دور میں اولیاء اللہ کے کردار“ پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ نے فرمایا کہ: ”کچھ دیر پہلے جو ذکر کیا گیا، وہ حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانیؒ کے قادریہ طریقے کا تھا۔“ اور فرمایا کہ: ”جس کا کوئی مرشد نہیں، اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے سلسلے حضرت علیؓ سے ہوتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ کے ذریعے آگے منتقل ہوئے۔ جس طرح جسمانی طور پر بیمار انسان کا علاج ہے، اسی طرح روحانی بیماری کا بھی علاج ہوتا ہے۔ اہل اللہ اسی روحانی بیماری کا علاج کرتے ہیں۔“ اس مجلس میں علاقے کے بہت سے لوگوں کی شرکت ہوئی۔

19 ر فروری، منگل کو موہن جودڑو سے روانگی ہوئی اور گاؤں خیر محمد آریجہ میں ماجد علی آریجہ کی دعوت پر ان کی رہائش گاہ تشریف آوری ہوئی، جہاں ناشتہ کیا۔ وہاں سے لاڑکانہ کے لیے روانگی ہوئی۔ 10 بجے رہائش گاہ عباسی صاحب تشریف لائے۔ دوپہر کا کھانا ہوا، بعد میں کچھ دوستوں اور علما نے حضرت اقدس مدظلہ سے استفادہ کیا۔ 12 بجے حضرت اقدس مدظلہ العالی شہید ذوالفقار علی بھٹو انسٹیٹیوٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (SZABIST) کی دعوت پر وہاں پہنچے، جہاں پر ان کی پہلے ادارہ کے پرنسپل جناب سرفراز عباسی سے ملاقات ہوئی۔ 12:15 بجے سیمینار کا آغاز ہوا، جس کی نظامت جناب غلام محمد عباسی، تلاوت جناب محمد ابراہیم نے کی، جب کہ شہاب الدین سومرو نے مہمانِ خاص کے اعزاز میں چند کلمات کہے۔ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کا تعارف پروفیسر رحیم بخش سومرو نے کروایا۔ نیز جناب غلام محمد عباسی نے حضرت اقدس کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے اسٹیج پر بلایا۔ حضرت رائے پوری مدظلہ نے "Islam's Economic System" پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”آج دنیا دو نظاموں Capitalism اور Socialism میں تقسیم ہے۔ سرمایہ داری نظام میں Capital اساس قرار پایا اور سوشل اِزم میں مخصوص طبقے کی آمریت قائم کی گئی، جب کہ انسانی زندگی کی اہمیت ان دونوں نظاموں میں نہیں۔ اسلام نے انسان کو اصل قرار دیا، سرمائے سمیت باقی تمام اشیا انسانیت کے لیے ہیں۔“ اس کے بعد انسٹیٹیوٹ کے پرنسپل جناب سرفراز احمد عباسی نے Vote of Thanks میں حضرت اقدس مدظلہ کے quatations کو دہرا کر نوجوانوں کو متوجہ کیا اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انھیں اپنے ادارے میں دوبارہ آنے کی دعوت دی۔ 1:45 بجے حضرت اقدس مدظلہ العالی کی قائدِ عوام یونیورسٹی کالج آف انجینئرنگ سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (QUCEST) میں تشریف آوری ہوئی۔ پہلے یونیورسٹی کی انتظامیہ اور چیئرمین و پروفیسرز سے ملنا ہوا۔ اسی دوران 2 بجے IT Centre میں طلبا کے لیے سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت یونیورسٹی کے وائس پرنسپل جناب عروس شیخ نے کی۔ دیگر فیکلٹی کے چیئرمین و پروفیسرز نے بھی شرکت کی۔ یہاں پر پہلے جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی نے ”آج کی قومی ضرورت“ پر بات کی، بعد میں حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد دامت برکاتہم العالیہ نے ”موجودہ دور کے چیلنجز اور ان کا حقیقی حل“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ خطاب کے بعد جناب وائس پرنسپل نے Vote of thanks کہا۔ بعد میں نوجوان طلبا و پروفیسرز نے سوالات کیے، جس کے حضرت اقدس مدظلہ نے تسلی بخش جواب دیے۔ نمازِ عصر کے بعد 6:30 بجے نوڈیرو شہر تشریف آوری ہوئی۔ نمازِ مغرب و مجلس ذکر جناب علی رضا کھڑو کی رہائش گاہ پر ہوئی۔ اس کے بعد بوائز سکول میں سیمینار ہوا۔ اس سیمینار سے حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ نے ”سماج میں موجود گروہیتوں کا جائزہ“ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ بعد ازاں نوجوانوں نے سوالات کیے، جس کے حضرت اقدس مدظلہ نے جوابات دیے اور تکمیلی دعا فرمائی۔ اس کے بعد علی رضا کھہڑو کے اہل خانہ نے حضرت اقدس سے ملاقات کی انھوں نے ان کے لیے دعا فرمائی۔

20 ر فروری 2013ء کو صبح گاؤں خیر محمد آریجا میں ڈاکٹر دُر محمد پٹھان کی ”گل حیات لائبریری“ کے وزٹ کے لیے جانا ہوا۔ لائبریری کی کتابیں دیکھیں اور ڈاکٹر صاحب سے مفید ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر موصوف نے کافی عرصہ پہلے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ پر سندھی میں ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ ملاقات کے دوران ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس علاقے کے بہت بڑے عالم علامہ محمد آریجوی سندھی تھے، جو راشدیہ قادریہ سلسلے کے بانی حضرت محمد راشد پیر روضہ دھنی (پیر جو گوٹھ) کے استاد تھے۔ ملاقات کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ اپنے رفقا کے ہمراہ محراب پور تشریف لے گئے۔

خوش خبری

لاہور میں روحانی تربیتی اجتماع
رمضان المبارک 1434ھ/ 2013ء

رحمتوں اور برکتوں والا ماہِ رمضان المبارک 1434ھ/ 2013ء اگلے ماہ سے شروع ہونے والا ہے۔ ہمیشہ سے اکابر اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک میں پوری یکسوئی اور توجہ الی اللہ کے لیے کسی ایک ہی جگہ قیام فرما ہوتے ہیں اور اس کو صفائے باطن کے لیے بڑا اکسیر سمجھتے ہیں۔ چناں چہ مشائخ رائے پور اور ان سے تعلق رکھنے والے احباب کا گزشتہ تقریباً ایک صدی سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ وہ اس ماہِ مبارک میں اِنابت الی اللہ اور سالکین وطالبین کی تربیت کے لیے اجتماعی طور پر کسی ایک جگہ قیام فرما ہوتے ہیں اور رمضان المبارک کے قیمتی اوقات میں روحانی تربیت کے حوالے سے ذکر وفکر، تزکیۂ عمل اور تصفیۂ باطن کا نہایت درجہ اہتمام کرتے رہے ہیں۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

اپنی تمام عمر مسلسل اس معمول پر عمل پیرا رہے۔ انھی حضراتِ مشائخ کے معمول کے مطابق
ان کے جانشین اور
موجودہ مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

پورا ماہِ رمضان المبارک 1434ھ

(10/ جولائی 2013ء تا 08/ اگست 2013ء)

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں قیام فرما ہوں گے۔

تمام احباب سے گزارش ہے کہ اپنی اخلاقی اور روحانی ترقی کی فکر کریں۔ اور اس ماہِ مبارک میں اپنی دیگر مصروفیات ملتوی فرما کر شیخِ رائے پور حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں کچھ وقت لگائیں۔ اور اس روحانی اجتماع کے تربیتی معمولات اور مجالس ہائے علم وعرفان میں شرکت فرما کر دنیوی اور اُخروی کامیابی کے لیے کوشش کریں۔

ملک بھر سے آنے والے احباب اپنی آمد کے شیڈول سے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کی انتظامیہ کو قبل از وقت مطلع فرمائیں۔ ادارہ رحیمیہ کے تمام مراکز کے ذمہ دار حضرات مرکزی کیمپس لاہور کو رمضان المبارک کے سلسلے میں آنے والے احباب کی فہرست سے ضرور آگاہ کریں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!
از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): زید نے اپنی زوجہ کو ایک طلاق دی۔ دوسرے مہینے میں دوسری طلاق اور تیسرے مہینے تیسری طلاق دی۔ زید کی مطلقہ کی عدت کا شمار پہلی طلاق سے ہوگا یا تیسری طلاق سے؟

پروفیسر ذوالفقار علی، اسلام آباد

جواب: پہلی طلاق سے ہی عدت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر زید نے طلاقِ رجعی کی صورت میں قولاً یا فعلاً رجوع کر لیا تو عدت کا شمار رجوع کے بعد واقع ہونے والی طلاق سے ہوگا۔ ایسی صورت میں عدت کی پہلی مدت کالعدم ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ طلاقِ رجعی اس کو کہتے ہیں، جس میں سادہ اور واضح الفاظ میں طلاق دی جائے، کوئی شدت اور تاکید اختیار نہ کی جائے۔ اس طلاق میں شوہر کو عدت کے اندر رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔

سوال (2): میں لاہور ہال روڈ پر موبائل فون کا کاروبار کر رہا ہوں۔ اور موبائل کا کام آج کل کچھ ایسا ہے کہ بڑی تیزی سے آئے دن نئے ورژن مارکیٹ میں آتے رہتے ہیں، جس سے پہلے خریدے ہوئے موبائل سیٹ کی قیمت، قیمتِ خرید سے بھی نیچے آ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مَیں اپنی دوکان کی زکوٰۃ میں مال کی قیمت کس حساب سے لگاؤں؟ کیوں کہ میں نے پہلے یہی سُن رکھا ہے کہ مال کی قیمت خرید کا زکوٰۃ میں لحاظ کیا جاتا ہے، قیمتِ فروخت کا نہیں۔

نوید اشرف، لاہور

جواب: زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے مقررہ دن میں جو دوکان کے مال کی قیمتِ خرید ہوگی، اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

سوال (3): مارکیٹ میں مختلف اشیا کی قیمتوں کا تعین حکومت کی طرف سے کیا جاتا ہے اور دوکاندار اسی قیمت پر مال فروخت کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ کیا یہ ظلم نہیں؟ کیوں کہ بسا اوقات قیمتِ خرید پر بھی مال فروخت کرنا پڑتا ہے۔ کیا شرعاً یہ حکومت کا اقدام درست ہے؟

شیخ افتخار احمد راولپنڈی

جواب: حکومت کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ ریٹ مقرر کرنے کی نوبت نہ آئے، لیکن اگر تاجر منافع کے حصول میں حدود سے تجاوز کرنے لگیں تو حکومت کے لیے اشیا کا ریٹ مقرر کرنا درست ہے۔ چناں چہ ''درمختار'' میں ہے کہ: ''جب تاجر ریٹس میں غیر معمولی اضافہ کر دیں تو حاکم مارکیٹ کے ریٹس کا تعین کر سکتا ہے۔''

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انز (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔